

قاضی فائز عیسیٰ، جج: مقدمہ ہذا دارالحکومت اسلام آباد (’اسلام آباد‘) کے علاقہ میں واقع ہزاروں کنال<sup>1</sup> اراضی (’ارضی‘) کے ضروری حصول سے متعلق ہے۔ مذکورہ اراضی فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن (’فاؤنڈیشن‘)<sup>2</sup> نے حصول اراضی قانون (ایکٹ)، 1894ء<sup>3</sup> (’حصول اراضی قانون‘) کے تحت حاصل کی۔ اراضی کے حصول کے بعد فاؤنڈیشن نے اپنے ترتیبی منصوبہ جات کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی<sup>4</sup> (’سی ڈی اے‘) کو پیش کیے جنہیں سی ڈی اے بورڈ<sup>5</sup> نے منظور کیا۔ (سرکوں، مفاد عامہ وغیرہ کے لیے چھوڑے گئے رقبہ کو منہا کرنے کے بعد) اراضی کو سرکاری ملازمین اور سپریم کورٹ کے وکلاء (’الائیز‘) میں تقسیم کے لیے رہائشی پلاٹوں کی شکل میں بانٹا گیا۔ اراضی کے حصول اور ترقیاتی کاموں کا خرچہ الائیز نے ادا کرنا ہے جبکہ فاؤنڈیشن اور سی ڈی اے نے سرکاری خزانہ سے کچھ خرچ نہ کرنا ہے۔

2۔ حصول اراضی قانون (ایکٹ): متعلقہ کلکٹر اراضی، جس کے دائرہ اختیار میں اراضی واقع ہے، نے فاؤنڈیشن کو اراضی کی عبوری قیمت جمع کروانے کی ہدایت کی جو جمع کروادی گئی۔ بعد ازاں کلکٹر نے ضروری نوٹس جنہیں سرکاری گزٹ میں شائع کیا گیا اور ابتدائی نوٹیفیکیشن، مورخہ 20 مئی 2015ء مع ’ارضی کے عوامی مقصد کے لیے درکار ہونے کا اعلان‘ کے نوٹیفیکیشن مورخہ 4 دسمبر 2015ء بالترتیب سیکشن 4 اور 6 حصول اراضی قانون کے تحت جاری کیے۔ کلکٹر نے سیکشن 12 حصول اراضی قانون کے تحت بالترتیب مورخہ 15 نومبر 2016ء اور 15 جون 2017ء کو ایوارڈز کا فیصلہ صادر اور جاری کیا۔ مذکورہ ایوارڈز میں مالکان اراضی کو قابل ادا رقم یعنی اراضی کی بازاری قیمت، بوجہ ضروری حصول 15 فیصد<sup>6</sup> کے حساب سے اضافی زرتلانی اور 6 فیصد کے حساب سے سالانہ منافع<sup>7</sup> مقرر کیا گیا۔ کلکٹر کا ایوارڈ پہلے ریفری جج<sup>8</sup> اور بعد ازاں ہائی کورٹ<sup>9</sup> میں زیر اعتراض لایا جاسکتا ہے۔

3۔ زیرِ غدر فیصلہ جات: چند اراضی مالکان نے اراضی کے حصول کی کارروائی کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے آئینی دائرہ اختیار سماعت زیر آرٹیکل 199 آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان (’آئین‘) میں چیلنج کیا جس کی مختلف وجوہات بیان کی گئیں<sup>10</sup>۔ ان کا موقف تھا کہ اراضی کا حصول ’عوامی مقصد‘ کے لیے نہ تھا اور چونکہ اراضی اسلام آباد میں واقع تھی لہذا اس کا

1۔ ایک کنال اراضی 605 گز یا 505 میٹر کے برابر ہے۔

2۔ کمینیز آرڈیننس 1984ء کی کمینیز آرڈیننس 2016ء کے سیکشن 42، جو کہ سابق کمینیز ایکٹ 1913ء کا سیکشن 26 ہوا کرتا تھا اور اب کمینیز ایکٹ 2017ء کا سیکشن 42 ہے، کے تحت بطور ایسوسی ایشن ٹاٹ فار پرافٹ، تشکیل دی گئی۔ فاؤنڈیشن کو، بذریعہ فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ اتھارٹی ایکٹ 2020ء کا ایکٹ نمبر 4، جو کہ 15 جنوری 2020ء کو عمل میں لایا گیا اور 15 جنوری 2020ء کو گزٹ آف پاکستان، غیر معمولی، حصہ اول میں شائع کیا گیا، قانون کے تحت بننے والی آرگنائزیشن میں تبدیل کر دیا گیا۔

3۔ حصول اراضی قانون 1894ء، 1894ء کا قانون نمبر 1۔

4۔ قائم شدہ زیر سیکشن 4، کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس، 1960ء، 1960ء کا آرڈیننس نمبر XXIII، شائع کردہ گزٹ آف پاکستان، غیر معمولی، 27 جون 1960 (PLD 1960 Central Statutes 375)۔

5۔ 6 جولائی 2017ء۔

6۔ سیکشن 23(2) حصول اراضی قانون 1894ء۔

7۔ سیکشن 34 حصول اراضی قانون 1894ء۔

8۔ سیکشن 18 حصول اراضی قانون 1894ء۔

9۔ سیکشن 54 حصول اراضی قانون 1894ء۔

10۔ 2016ء کی ریٹ پیٹیشن نمبر 308، 309 اور 310، اور 2015ء کی ریٹ پیٹیشن نمبر 2128 اور 3496۔

حصول صرف کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس 1960ء<sup>11</sup> ('سی ڈی اے آرڈیننس') کے تحت ہی ہو سکتا تھا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ کے فاضل چیف جسٹس نے بذریعہ فیصلہ مورخہ 23 اکتوبر 2017ء درخواستوں کو منظور کیا کیونکہ ان کی نظر میں مذکورہ حصول عوامی مقصد کے لیے نہ تھا اور سی ڈی اے آرڈیننس کے تحت سی ڈی اے کو اسلام آباد میں واقع اراضی کے حصول کا بلا شرکت غیرے اختیار تھا۔ فاؤنڈیشن اور چند الاٹیز نے انٹر کورٹ ایپلوں<sup>12</sup> ('آئی سی ایز') کے ذریعے فاضل سنگل جج کے فیصلہ کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ کے سامنے چیلنج کیا تاہم ان کی ایپلیں بحوالہ فیصلہ مورخہ 25 ستمبر 2018ء خارج کر دی گئیں۔ فاضل سنگل جج کے عوامی مقصد اور سی ڈی اے کے بلا شرکت غیرے دائرہ اختیار کے حوالے سے فیصلہ کو آئی سی ایز میں برقرار رکھا گیا اور مزید کہا گیا کہ حصول اراضی قانون قابل اطلاق نہ تھا۔

4۔ فاؤنڈیشن اور چند الاٹیز نے اس عدالت میں درخواست ہائے برائے حصول اجازت اپیل<sup>13</sup> دائر کیں اور مورخہ 6 دسمبر 2018ء<sup>14</sup> کو اجازت دی گئی۔ فاضل مشیر عالم، جج نے حقائق، قوانین اور نظائر کا خاصا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ میں معزز جج صاحب کے نتیجے سے مؤدبانہ اتفاق کرتا ہوں۔ تاہم میں نے بعض متعلقہ ضروری امور کا اپنے اضافی نوٹ میں احاطہ کیا ہے۔

5۔ فاؤنڈیشن کے فاضل وکیل جناب منصور احمد نے موقف اختیار کیا کہ آرٹیکل (2) 24 نجی جائیداد کے ضروری حصول کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ ایسا عوامی مقصد کے لیے ہو، قانون کے اختیار کے تحت ہو اور معاوضے کے تعین کا طریقہ کار فراہم کیا گیا ہو اور مذکورہ تینوں شرائط پوری کی گئیں۔ اراضی کا حصول عوامی مقصد کے لیے تھا، چونکہ حصول اراضی قانون کے تحت ہوا تو قانون کے تابع ہوا اور کلکٹر نے حصول اراضی قانون میں وضع کیے گئے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے مالکان اراضی کو قابل ادا معاوضہ کا تعین کیا۔ فاضل وکیل نے کہا کہ سی ڈی اے آرڈیننس کا اطلاق اسلام آباد میں واقع صرف اس اراضی کے حصول پر ہوتا ہے جو سی ڈی اے کے استعمال یا مقصد کے لیے درکار ہو۔ موجودہ مقدمہ کی اراضی سی ڈی اے نے حاصل نہ کی نہ ہی ایسا ہو سکتا تھا کیونکہ یہ سی ڈی اے کو اپنے استعمال / مقصد کے لیے درکار نہ تھی۔ وفاق کے نمائندہ فاضل ڈپٹی اٹارنی جنرل اور سی ڈی اے کی نمائندگی کرنے والے سینئر ایڈووکیٹ سردار محمد اسلم، افسوس کہ ان کا فیصلہ محفوظ کیے جانے کے بعد انتقال ہو گیا، نے اپیل کنندگان کی حمایت کی اور فاضل جناب منصور احمد کی گزارشات کی حمایت کی۔ دوسری جانب، جناب نعیم بخاری اور جناب فیصل حسین نقوی نے زیر اعتراض فیصلہ جات پر انحصار کیا اور ہائی کورٹ میں بیان کردہ گزارشات اور وہ وجوہات جن سے ہائی کورٹ کے فاضل جج صاحبان نے اتفاق کیا کا اعادہ کیا۔

6۔ 'عوامی مقصد' کے لیے نجی جائیداد کا حصول: آئین کا آرٹیکل (2) 24 ایسی صورت میں کہ اراضی 'عوامی مقصد'<sup>15</sup> کے لیے درکار ہو اور حصول 'ایسے قانون کے اختیار کے ذریعے جس میں اس کے معاوضے کا حکم دیا گیا ہو اور یا تو معاوضہ کی رقم

11- 1960 کا آرڈیننس نمبر XXIII جو کہ گزٹ آف پاکستان، غیر معمولی، میں 27 جون 1960ء کو شائع کیا گیا (PLD 1960 Central Statutes 375)۔

12- 2017 کی آئی سی اے نمبر 364 تا 368 اور 2018 کی آئی سی اے نمبر 22 تا 24۔

13- 2018 کی سول درخواست برائے حصول اجازت اپیل نمبر 4449، 4453، 4468، 4469، 4482 تا 4484۔

14- اجازت عطا کیے جانے کا حکم مشیر عالم، جج کے فیصلہ کے پیرا گراف 22 میں نقل کیا گیا ہے۔

15- آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل (2) 24۔

کا تعین کر دیا گیا ہو یا اس اصول اور طریقے کی صراحت کی گئی ہو جس کے بموجب معاوضہ کا تعین کیا جائے گا اور اسے ادا کیا جائے گا۔ اراضی کے ضروری حصول کی اجازت دیتا ہے<sup>16</sup>۔ میں فاضل مشیر عالم، جج<sup>17</sup> سے مؤدبانہ اتفاق کرتا ہوں کہ آئین تین شرائط کے پورا ہونے کی صورت میں ضروری حصول (جائیداد) کی اجازت دیتا ہے۔ اول، حصول عوامی مقصد کے واسطے ہو، دوم، اراضی کسی قانون کے تحت حاصل کی جائے اور سوم، ایسا قانون معاوضہ کے تعین اور تقسیم کا طریقہ مہیا کرے۔ مقدمہ ہذا میں اراضی حصول اراضی قانون، جو کہ معاوضہ کے تعین اور ادائیگی کا تفصیلی طریقہ کار فراہم کرتا ہے، کے تحت حاصل کی گئی لہذا دوسری اور تیسری ضروری شرائط پوری ہوتی ہیں۔ پہلی شرط، کیا اراضی عوامی مقصد کے لیے حاصل کی گئی، غور طلب ہے۔ آئین میں واضح طور پر عوامی مقصد کی تعریف نہ کی گئی ہے مگر اسے آرٹیکل (e)(3) 24 سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ آرٹیکل (3) 24 کا آغاز ان الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے 'اس آرٹیکل میں مذکورہ کوئی امر ضروری حصول کے' جواز پر اثر انداز نہ ہوگا' اور پھر (a) تا (f) چھ اقسام کی فہرست بیان کی جاتی ہے۔ پانچویں قسم (e) کی شق (ii)، جو کہ ذیل میں بیان کی گئی ہے، متعلقہ اور قابل اطلاق ہے:

(3)۔ اس آرٹیکل میں مذکورہ کوئی امر حسب ذیل کے جواز پر اثر انداز نہیں ہوگا۔۔۔

(e) کوئی قانون جو حسب ذیل مقصد کے لیے کسی قسم کی جائیداد کے حصول کے لیے اجازت دیتا ہو۔۔۔

(ii) تمام یا شہریوں کے کسی مصرعہ طبقے کو رہائشی اور عام سہولتیں اور خدمات مثلاً سڑکیں، آب رسانی، نکاسی

آب، گیس اور برقی قوت مہیا کرنے کے لیے (تاکید لفظی کا اضافہ کیا گیا)۔

رہائشی سہولیات کی فراہمی کا آرٹیکل (e)(ii)(3) 24 میں خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ لہذا فراہمی رہائش

کے لیے اراضی کا ضروری حصول ایک عوامی مقصد ہے اور حکومتی/سول ملازمین اور وکلاء شہریوں کا ایک

مخصوص طبقہ ہے۔

7۔ رہائش ایک عوامی مقصد ہے: ہائیکورٹ کے فاضل جج صاحبان نے آئین کے آرٹیکل (2) 24 کی وسعت پر غور

نہیں کیا۔ انہوں نے آئین کے آرٹیکل (e)(ii)(3) 24 کو بھی نظر انداز کیا جو بتاتا ہے کہ رہائش ایک عوامی مقصد ہے۔ درج

ذیل نظائر واضح طور پر یہ طے کرتے ہیں کہ رہائش ایک عوامی مقصد ہے۔ حصول اراضی کے تناظر میں عوامی مقصد کی

اصطلاح کی متعدد فیصلوں میں تشریح کی گئی ہے۔ زیرِ غور فیصلوں میں ان نظائر کا حوالہ تو دیا گیا ہے تاہم ان کا جائزہ نہیں لیا

گیا۔ اس عدالت نے پاکستان بنام محمد علی<sup>18</sup> کے مقدمہ میں یہ فیصلہ صادر کیا:

میرے لیے پہلے حصول اراضی قانون، 1894ء کا حوالہ دینا کافی ہوگا جو عوامی مقصد کی اصطلاح کو ایک

بہت وسیع مفہوم میں استعمال کرتا ہے اور نجی جائیداد کے ضروری حصول کے حکومتی اختیار کو محدود کرتا ہے۔

قانون 'عوامی مقصد' کی اصطلاح کی مکمل طور پر تشریح نہ کرتا ہے۔ یہ بات عیاں ہے کہ 'عوامی مقصد' کی

16۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل (2) 24۔

17۔ معزز جج صاحب کے فیصلہ کا پیرا گراف 80۔

18۔ PLD 1960 Supreme Court 60۔

جامع تعریف مہیا نہ کرنا ارادی ہے کیونکہ ایسے مقاصد کی حدود کا تعین کرنا ناممکن ہے جو وسیع آبادی اور رقبے پر جامع انتظامی نظام کے قیام اور عملدرآمد کے سلسلے میں متعدد سرگرمیوں اور حکومتی اختیار کی روشنی میں اصطلاح کے مفہوم کے دائرہ میں آئیں گے۔<sup>19</sup>

اس عدالت نے قرار دیا کہ رہائش کی فراہمی ایک عوامی مقصد ہے:

رہائش کی فراہمی بذاتِ خود عوامی مقصد کے تصور سے جدا معاملہ نہ ہے بشرطیکہ یہ عمومی نوعیت کے منصوبے کا حصہ ہو۔ دوم، افراد کے کسی مصرحہ طبقے کے لیے رہائش کی فراہمی، اگرچہ یہ فراہمی اس طبقے کے ایک خاص رکن کے لیے خاص رہائش کی ہی کیوں نہ ہو، بھی عوامی مقصد کے معنی سے الگ نہ ہے نہ ہی اس سے کوئی فرق پڑتا ہے کہ رہائش ان لوگوں کے لیے ہے جو مکمل طور پر غیر مراعات یافتہ طبقے سے ہوں، مثلاً گولی یا وہ جو آفیسر کی حیثیت میں حکومتی سرپرستی سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔<sup>20</sup>

حال ہی میں یونس حبیب بنام عمران الرشید<sup>21</sup> کے مقدمہ میں قرار دیا گیا کہ ہاؤسنگ سوسائٹی کے لیے اراضی کا حصول ایک عوامی مقصد سمجھا جاتا ہے۔<sup>22</sup> ظفر گل بنام شمال مغربی سرحدی صوبہ<sup>23</sup> کے مقدمہ میں پشاور ہائی کورٹ کے ایک ڈویژن بینچ<sup>24</sup> نے پاکستان بنام محمد علی (جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے) اور متعدد بھارتی مقدمات کے فیصلہ جات پر انحصار کرتے ہوئے تعین کیا کہ 'واپڈا کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کی جانب سے رہائشی کالونی کی تعمیر کے لیے حاصل کی گئی اراضی "عوامی مقصد"،<sup>25</sup> کی تعریف میں شامل ہوگی'۔<sup>26</sup> چوہدری نذیر احمد بنام صوبہ پنجاب<sup>27</sup> کے مقدمہ میں کہا گیا کہ 'آئین' کا آرٹیکل 24(3)(e)(ii) واضح کرتا ہے کہ شہریوں کے ایک مصرحہ طبقے کو رہائش فراہم کرنے کے لیے فرد کو اس کی جائیداد سے محروم کیا جاسکتا ہے اور اس سلسلے میں بنایا گیا کوئی قانون یا کیا گیا کوئی عمل آرٹیکل 24 میں دیے گئے بنیادی حق سے متصادم نہ ہوگا'۔<sup>28</sup> اس عدالت نے 2019ء کے ازخود نوٹس کیس نمبر 13<sup>29</sup> میں قرار دیا کہ زندگی کے بنیادی حق<sup>30</sup> میں جائے پناہ<sup>31</sup> شامل ہے۔ لہذا، فراہمی رہائش کے لیے اراضی کا حصول عوامی مقصد کے حصول کے لیے تھا۔ اس سلسلے میں حکمت عملی

19- ایضاً، کارنلیس، جج، صفحہ 67H۔

20- ایضاً، کارنلیس، جج، صفحہ 69۔

21- 2018 SCMR 705۔

22- ایضاً، ثاقب ثار، جج، صفحہ 724F۔

23- 2001 CLC 1853۔

24- بینچ میاں شا کر اللہ جان (جو اس وقت ہائی کورٹ کے جج تھے) اور طلعت قیوم قریشی، جج صاحبان پر مشتمل تھا۔

25- ایضاً، 1858C۔

26- جن میں آر۔ ایل اروڑا بنام ریاست اتر پردیش (AIR 1962 SC 764)، انند کمار بنام ریاست مدھیہ پردیش (AIR 1963 Madhya Pradesh 256) اور ویرا گھاوا چاریار بنام میکرٹری آف سٹیٹ انڈیا (AIR 1925 Madras 837) شامل ہیں۔

27- 2007 CLC 107۔

28- ایضاً، شیخ عظمت سعید، جج، صفحہ 120۔

29- PLD 2011 Supreme Court 619۔

30- آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 9۔

31- PLD 2011 Supreme Court 619، 646۔

کے اصولوں اور قرارداد مقاصد کا حوالہ بھی دیا جاسکتا ہے۔

8۔ حکمتِ عملی کے اصول: حکمتِ عملی کے اصول<sup>32</sup> قومی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہیں<sup>33</sup>۔ عوام کی فلاح و بہبود کی ضمانت، ان کے معیارِ زندگی کی بہتری اور رہائش کی فراہمی قوم کے اعلانیہ مقاصد میں شامل ہیں۔ حکمتِ عملی کے اصولوں میں دیے گئے آرٹیکل 38(a) اور (d) بالترتیب وضع کرتے ہیں:

38: مملکت ---

(a) عام آدمی کے معیارِ زندگی کو بلند کر کے، دولت اور وسائل پیداوار و تقسیم کو چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس طرح جمع ہونے سے روک کر کہ اس سے مفادِ عامہ کو نقصان پہنچے اور آجرو ما جو را اور زمیندار اور مزارع کے درمیان حقوق کی منصفانہ تقسیم کی ضمانت دے کر بلا لحاظِ جنس، ذات، مذہب یا نسل، عوام کی فلاح و بہبود کے حصول کی کوشش کرے گی۔ (تاکید لفظی کا اضافہ کیا گیا)۔

(d) ان تمام شہریوں کے لیے جو کمزوری، بیماری یا بیروزگاری کے باعث مستقل یا عارضی طور پر اپنی روزی نہ کما سکتے ہوں بلا لحاظِ جنس، ذات، مذہب یا نسل، بنیادی ضروریاتِ زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور طبی امداد مہیا کرے گی۔ (تاکید لفظی کا اضافہ کیا گیا)۔

رہائش کی فراہمی زندگی کی ایک بنیادی ضرورت ہے، یہ عوام کی فلاح و بہبود کی ضمانت دیتی ہے، اور ان کا معیارِ زندگی بلند کرتی ہے، مذکورہ اصول اعادہ کرتے ہیں کہ فراہمی رہائش ایک عوامی مقصد ہے۔ مملکت کے ہر شعبہ اور ہیئتِ مجاز اور مملکت کے کسی شعبہ یا ہیئتِ مجاز کی طرف سے کارہائے منصبی انجام دینے والے ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان اصولوں کے مطابق عمل کرے<sup>34</sup>۔ صدر اور گورنر حکمتِ عملی کے اصولوں پر عمل کرنے اور ان کی تعمیل کرنے کے بارے رپورٹ تیار کروانے اور بالترتیب پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے سامنے پیش کرنے کے پابند ہیں<sup>35</sup>۔ اور، پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں مذکورہ رپورٹوں پر بحث درکار ہے۔ ایسی رپورٹوں کی تیاری اور بحث کے لیے ان کا منتخب نمائندوں کو پیش کرنا اس بات کا مظہر ہے کہ مذکورہ رپورٹیں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی کارکردگی کے محاسبہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

9۔ قراردادِ مقاصد: آئین کی تمہید، جہاں قراردادِ مقاصد کی نقل کی گئی ہے<sup>36</sup> اور جو آئین کا مستقل حصہ ہے اور بحسبہ موثر ہے<sup>37</sup>، سے رجوع بھی کیا جاسکتا ہے۔ قراردادِ مقاصد اسلامی اصولوں کی تشریح پر مبنی عدلِ عمرانی کی بات کرتی ہے اور

32۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا باب 2۔

33۔ ایضاً، آرٹیکل 31 تا 40۔

34۔ ایضاً، آرٹیکل (3) 29۔

35۔ ایضاً۔

36۔ معمولی تبدیلیوں کے ساتھ۔

37۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 2A جس میں آئین کی تمہید کا ذکر کرنے کی بجائے ’ضمیمہ میں نقل کردہ قراردادِ مقاصد‘ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

’سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف‘ کی ضمانت دیتی ہے۔ ضرورت مندوں کو رہائش کی فراہمی کے لیے مالکان کو معاوضہ کی ادائیگی کے بعد اراضی کا حصول اسلام میں مہیا کیے گئے سماجی انصاف کے مقصد سے جدا نہ ہے اور ایسا کرنا عام رائے میں سماجی انصاف کے مترادف ہی ہے۔

10- حکمتِ عملی کے اصولوں اور قراردادِ مقاصد کی اہمیت: حکمتِ عملی کے اصول اور قراردادِ مقاصد عوامی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہیں اور قوم کے لیے رہنمائی کی مشعل ہیں۔ 11 رکنی بینچ کی جانب سے فیصلہ کیے گئے بے نظیر بھٹو بنام وفاقِ پاکستان<sup>38</sup> کے مقدمہ میں کہا گیا کہ حکمتِ عملی کے اصول ’آئینی خاکہ میں فخر کا مقام رکھتے ہیں‘ اور ’آئین کا ضمیر‘ تصور کیے جاتے ہیں‘ کیونکہ وہ معاشرتی انصاف کے عزم کی غالب قوت کی تشکیل کرتے ہیں<sup>39</sup>۔ ایسے ہی خیالات کا اظہار ایمپلائز آف پاکستان لاکمیشن بنام منسٹری آف ورکس<sup>40</sup> کے مقدمہ میں کیا گیا اور انہیں (حکمتِ عملی کے اصول) اور قراردادِ مقاصد کو متاثر کن دفعات قرار دیا گیا جو تمام آئین کو تحریک<sup>41</sup> فراہم کرتی ہیں اور ’جمہوریت، رواداری، مساوات اور سماجی انصاف‘<sup>42</sup> کو مکمل کرتی ہیں۔ ماضی قریب میں لاہور ڈیولپمنٹ اتھارٹی بنام عمرانہ ٹوانہ<sup>43</sup> کے مقدمہ میں کہا گیا کہ قراردادِ مقاصد اور حکمتِ عملی کے اصولوں کو بنیادی حقوق کے باب کو اس کے درست تناظر میں سمجھنے اور توضیح کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے<sup>44</sup>۔

11- غلط بنیاد: فاضل سنگل جج صاحب نے اپنے نتائج کی بنیاد متعدد غلط فہمیوں پر رکھی جیسے: ’ارضی ریاستی بخشش (انعام و اکرام) کی تقسیم کے لئے حاصل کی جا رہی ہے‘<sup>45</sup>، اراضی ’حکومت کی ملکیت میں ہے‘<sup>46</sup>، ’نقصان پاکستان کے عوام کو برداشت کرنا پڑے گا‘<sup>47</sup> اور یہ ’لوٹ مار‘<sup>48</sup> ہے۔ اراضی جو حاصل کی گئی اور جسے الاٹیز کے مابین تقسیم ہونا تھا ریاست یا عوام کی ملکیت نہ تھی لہذا پاکستان کے عوام نے حصولِ اراضی کے نتیجے میں کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔ اراضی نجی ملکیت تھی جسے اس کے مالکان سے حاصل کیا گیا جنہیں قانون کے مطابق زیرِ تلافی کی رقم ادا کی جانی تھی۔ ایسے حصول (ارضی) کو لوٹ مار سے تعبیر کرنا بلا جواز تھا۔ آئی سی ایز کی سماعت کرنے والے دو فاضل جج صاحبان نے ان غلط فہمیوں کی درستگی نہ کی۔

12- سی ڈی اے آرڈیننس یا حصولِ اراضی ایکٹ: فاضل سنگل جج کا زیرِ غور فیصلہ اشارتاً جبکہ ڈویژن بینچ کے

38- PLD 1988 Supreme Court 416۔

39- ایضاً، از محمد حلیم، چیف جسٹس، صفحہ 489۔

40- 1994 SCMR 1548۔

41- ایضاً، صفحہ 1552۔

42- ایضاً۔

43- 2015 SCMR 1739۔

44- ایضاً، پیرا گراف 32D۔

45- فیصلہ مورخہ 23 اکتوبر 2017، پیرا گراف 29۔

46- ایضاً، پیرا گراف 49۔

47- ایضاً، پیرا گراف 47۔

48- ایضاً، پیرا گراف 49۔

فاضل ججوں نے واضح طور پر کہا کہ چونکہ اراضی اسلام آباد میں واقع تھی لہذا اراضی کے حصول کے حوالے سے متعلقہ قانون سی ڈی اے آرڈیننس تھا۔ انہوں نے یہ استدلال بھی دیا کہ سی ڈی اے آرڈیننس اسلام آباد میں قابل اطلاق ایک خصوصی قانون ہے اس لیے سی ڈی اے آرڈیننس نہ کہ حصول اراضی قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔ فاضل منصور احمد نے فاؤنڈیشن کی جانب سے ماضی میں اسلام آباد میں اراضی کے حصول کی متعدد مثالیں<sup>49</sup> دیں جو تمام حصول اراضی قانون کے تحت کی گئیں۔ انہوں نے فیڈرل لاز (ریویشن اینڈ ڈیکلریشن) آرڈیننس، 1981ء<sup>50</sup> کے سیکشن 5 مع فورٹھ شیڈول کا حوالہ بھی دیا جس نے حصول اراضی قانون میں 'اسلام آباد دارالحکومت کی حد تک اطلاق' کی ترمیم کی تھی اور کہا کہ 1960ء میں سی ڈی اے آرڈیننس کے نفاذ کے باوجود مقدمہ نے 1981ء میں خاص طور پر یہ تسلیم کیا تھا کہ حصول اراضی قانون اسلام آباد دارالحکومت پر قابل اطلاق ہے۔ ہائی کورٹ کے فاضل جج صاحبان نے اس بات کو بھی نظر انداز کیا۔ یہ بات نمایاں ہے کہ سی ڈی اے آرڈیننس میں کوئی فوقیتی یا استثنائی شق نہ ہے اور نہ ہی سی ڈی اے کو اسلام آباد میں حصول اراضی کا بلاشرکت غیرے اختیار دیتا ہے۔

13۔ سی ڈی اے کی جانب سے ضروری حصول: سی ڈی اے آرڈیننس کا سیکشن 25 سی ڈی اے کو اراضی کے ضروری حصول کا اختیار دیتا ہے لیکن یہ اختیار آرڈیننس کی دوسری شقوں اور اس کے تحت بنے رولز سے مشروط ہے اور سی ڈی اے کی جانب سے اراضی صرف اس آرڈیننس کے مقاصد کے لیے حاصل کی جاسکتی ہے۔ سی ڈی اے آرڈیننس کے سیکشن 11 تا 15 ان سرگرمیوں کا احاطہ کرتے ہیں جو سی ڈی اے مخصوص علاقوں<sup>51</sup> میں شروع کر سکتا ہے۔ سی ڈی اے اراضی اس صورت میں ضروری طور پر حاصل کر سکتا ہے جب وہ اسے اپنے استعمال اور/یا مقاصد کے لیے درکار ہو۔ مری برووری کمپنی لمیٹڈ بنام پاکستان<sup>52</sup> کے مقدمہ (مری برووری کا مقدمہ) میں سی ڈی اے 16 ایکڑ اراضی پر کھڑی عمارتوں کا صدر سیکرٹریٹ کے دفاتر کے لیے جگہ فراہم کرنے کے لیے سی ڈی اے آرڈیننس کے تحت ضروری حصول چاہتا تھا۔ اس عدالت نے سی ڈی اے آرڈیننس کی شقوں اور اس کے تحت سی ڈی اے کے ضروری حصول کے اختیار کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد قرار دیا کہ سی ڈی اے کے پاس 'مخصوص علاقوں میں شامل تمام اراضی کے حصول کے لامحدود اور غیر متعین اختیار' ہیں۔ ان علاقوں میں ہر حصول کا آرڈیننس کے مقاصد سے مناسب تعلق ہونا چاہیے اور یہ (حصول) (آرڈیننس) کی شقوں کی سختی سے پابندی کرتے ہوئے کیا جانا چاہیے<sup>53</sup>۔ مری برووری کے مقدمہ، جس میں سی ڈی اے آرڈیننس نہ کہ حصول اراضی ایکٹ کے تحت ضروری حصول کا معاملہ زیر غور تھا، میں قرار دیا گیا کہ سی ڈی اے اسلام آباد

49۔ (1) سیکٹر جی 13 میں 1999 میں 6330 کنال؛ (2) سیکٹر جی 14/1، 14/2، 14/3 میں 2005 میں 831 کنال اور (3) سیکٹر جی 15/3 میں 2009 میں 831 کنال۔

50۔ 1981 کا آرڈیننس نمبر XXVII جو کہ گزٹ آف پاکستان، غیر معمولی، حصہ اول، میں 8 جولائی 1981 کو شائع کیا گیا (PLD 1982 Central Statutes 10, 11 and 113)۔

51۔ کمپنیل ڈویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس کے سیکشن 2(p) میں مہیا کی گئی تعریف کے مطابق وہ علاقے جو وقتاً فوقتاً وفاقی حکومت سرکاری گزٹ میں نوٹیفیکیشن کے ذریعے شامل کرے۔

52۔ PLD 1972 Supreme Court 279-52۔

53۔ ایضاً، صفحات 290-291۔

میں واقع اراضی جو وہ حاصل کرنا چاہتا تھا حاصل نہ کر سکتا تھا۔ فاضل سنگل جج صاحب نے لکھا کہ فاؤنڈیشن کی نمائندگی کرنے والے فاضل وکیل نے مری بروری<sup>54</sup> کے مقدمہ پر انحصار کیا تاہم معزز جج صاحب نے نہ تو مقدمہ کا اطلاق کیا اور نہ ہی اسے ناقابل اطلاق ٹھہرایا۔ آئی سی ایز کی سماعت کرنے والے فاضل جج صاحبان نے بھی یہ سمجھے بغیر کہ مری بروری کے مقدمہ میں یہ کہا گیا تھا کہ جب اراضی سی ڈی اے کے استعمال اور/یا مقاصد کے لیے درکار ہو تو اسے سی ڈی اے آرڈیننس کے تحت حاصل کیا جاسکتا ہے مری بروری کے مقدمہ کا حوالہ دیا اور اس میں سے اقتباسات نقل کیے<sup>55</sup>۔ چونکہ متدعو یہ اراضی سی ڈی اے کے استعمال اور/یا مقاصد کے لیے درکار نہ تھی اس لیے اسے سی ڈی اے آرڈیننس کے تابع حاصل نہ کیا جاسکتا تھا بلکہ صرف حصول اراضی قانون کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا تھا۔

14۔ زیرِ تلافی کی رقم: مالکان اراضی (مخالف جواب دہندگان) کلکٹر کی جانب سے متعین کردہ زیرِ تلافی کی رقم سے مطمئن نہ تھے اور/یا اراضی میں سے پلاٹوں کی ایک شرح کے خواہشمند تھے<sup>56</sup>۔ اس واسطے ان مقدمات کو فریقین کی استدعا پر انہیں راضی نامہ کا موقع فراہم کرنے کے لیے متعدد مواقع پر ملتوی کیا گیا تاہم راضی نامہ وقوع پذیر نہ ہو سکا۔ حصول اراضی قانون وضع کرتا ہے کہ زیرِ تلافی کی رقم متعلقہ کلکٹر متعین کرے گا۔ اگر کوئی فریق کلکٹر کے فیصلہ سے مطمئن نہ ہو تو ریفری کورٹ اور اس کے بعد اپیلیٹ دائرہ اختیار سماعت میں ہائی کورٹ تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ چونکہ ہائی کورٹ نے زیرِ تلافی کے معاملہ کا فیصلہ نہ کیا لہذا اس بات پر بحث کرنا مناسب نہ ہوگا کہ کہیں فریقین کے حقوق متاثر نہ ہوں۔

15۔ افراد کی مختلف اقسام میں پلاٹوں کی الاٹمنٹ: مالکان اراضی کی نمائندگی کرنے والے نعیم بخاری اور فیصل نقوی صاحبان نے جج صاحبان کو بازاری قیمت سے کم نرخوں پر پلاٹوں کی فراہمی پر تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ محمد نواز عباسی، جج کے گلشن حسین بنام کمشنر (ریونیو) اسلام آباد<sup>57</sup> (’گلشن حسین کا مقدمہ‘) اور فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن بنام محمد اکرم علیزئی<sup>58</sup> (’فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کا مقدمہ‘) کے مقدمات میں فیصلوں کا حوالہ بھی دیا گیا۔ گلشن حسین کے مقدمہ میں فاؤنڈیشن نے سیکٹر G-13 اسلام آباد میں اراضی حاصل کی اور حصول اراضی ایکٹ کے سیکشن 4 کے تحت جاری کیا گیا نوٹیفکیشن چیلنج کیا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ کے راولپنڈی بینچ<sup>59</sup> نے قرار دیا کہ حصول (ارضی) درست تھا اور اگر کلکٹر کی طرف سے متعین کردہ زیرِ تلافی قابل قبول نہ تھی تو حصول اراضی قانون میں دیے گئے دادرسی کے مواقع کو اختیار کیا جائے، اس حوالے سے کسی قسم کی گنجائش نہ ہے۔ تاہم فاضل محمد نواز عباسی، جج غیر ضروری طور پر آگے بڑھے اور کہا کہ سپریم کورٹ کے جج صاحبان، لاہور ہائی کورٹ کے راولپنڈی میں کام کرنے والے جج صاحبان، فیڈرل شریعت کورٹ کے جج صاحبان اور مسلح افواج کے سینئر ارکان فاؤنڈیشن سے پلاٹ لینے کے حقدار تھے۔

54۔ ایضاً، فیصلے کا پیرا گراف 6، صفحہ 17۔

55۔ ایضاً، فیصلے کا پیرا گراف 32، صفحات 35-36۔

56۔ کمیٹیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی حصول و بحالی اراضی ریگولیشن 2007، ایس آر او 2008 (1) 304 جو کہ گزٹ آف پاکستان، غیر معمولی، حصہ دوم، میں 20 مارچ 2008 کو شائع کیے گئے۔

57۔ 2000 YLR 1711-57۔

58۔ PLD 2002 Supreme Court 1079-58۔

59۔ اسلام آباد ہائی کورٹ کے قیام سے قبل۔



فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کا مقدمہ سروس ٹریبونل کے ایک فیصلہ کے خلاف اپیل تھی<sup>60</sup> جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہاؤسنگ فاؤنڈیشن کی ہاؤسنگ سکیم میں رہائشی پلاٹ کی الاٹمنٹ کا مطالبہ سول ملازم کی ملازمت کی شرائط و ضوابط کے تحت نہیں کیا جاسکتا، اور اس حد تک اس سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ایک مرتبہ پھر، فاضل محمد نواز عباسی، جج نے گلشن حسین کے مقدمہ میں جج صاحبان اور مسلح افواج کے سینئر ارکان کے پلاٹوں کے حوالے سے استحقاق کے بارے اپنی ضمنی رائے کو دہرایا۔ ایسی رائے کی کوئی بنیاد نہ تھی اور یہ جج صاحبان کی ملازمت کی شرائط و ضوابط (آئین کا آرٹیکل 205) اور حلف کو مد نظر رکھے بغیر دی گئی۔ ذاتی مفاد کے معاملے میں انسان کو ایک مشکل راہ پر چلنا پڑتا ہے۔ فیصلے آئین اور قانون کے مطابق ہونے چاہئیں۔ آئین اور نہ ہی قانون جج صاحبان اور مسلح افواج کے سینئر ارکان کو اراضی حاصل کرنے کا استحقاق دیتا ہے۔ یہ عام بات ہے تاہم اس کا اعادہ ضروری ہے کہ جج صاحبان قانون بنانے کا اختیار نہ رکھتے ہیں، وہ صرف اس کی تشریح کرتے ہیں اور اگر کوئی قانون آئین کے منافی ہو تو انہیں اسے یا اس کے متصادم حصے کو کالعدم قرار دینا چاہیے۔

16- جج صاحبان کا معاوضہ اور ملازمت کی شرائط و ضوابط: چونکہ جج صاحبان کے پلاٹ حاصل کرنے کے استحقاق پر سوال اٹھایا گیا ہے لہذا اس معاملے کا جواب ضروری ہے۔ آئین کا آرٹیکل 205 وضع کرتا ہے عدالت عظمیٰ یا کسی عدالت عالیہ کے کسی جج کا معاوضہ اور دوسری شرائط ملازمت وہ ہوں گی جو آئین کے جدول پنجم میں مذکورہ ہیں۔ جدول پنجم کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ سپریم کورٹ سے متعلق ہے جبکہ دوسرے حصے کا تعلق ہائی کورٹ سے ہے۔ دونوں حصوں کی چھ شقیں ہیں۔ شق 1 ماہانہ تنخواہ یا ایسی اضافہ شدہ تنخواہ، جیسا کہ صدر، وقتاً فوقتاً، متعین کرے، شق 2 مراعات اور الاؤنسز۔۔۔ جو صدر متعین کرے، شق 3 فارغ الخدمت جج صاحبان کو واجب الادا پنشن، اور شق 4، 5 اور 6 بالترتیب جج صاحب کی بیوہ کو قابل ادا پنشن، بیوہ کو پنشن کے اختتام اور جج صاحبان کے بچوں کے پنشن کے حوالے سے استحقاق سے متعلق ہیں۔ مذکورہ شقوں میں سے کوئی بھی شق یہ نہ کہتی ہے کہ جج صاحبان اراضی لینے کے حقدار ہیں۔ صدر پاکستان کی طرف سے جج صاحبان کے حوالے سے آخری آرڈر 2018ء کا صدارتی آرڈر نمبر 3<sup>61</sup> تھا اور جس میں بھی جج صاحبان کے پلاٹوں کے حوالے سے استحقاق بارے کچھ نہ ہے۔

17- کیا جج صاحبان پلاٹ لینے کے حقدار ہیں؟ آئین اور قانون (صدارتی آرڈرز) اعلیٰ عدلیہ کے چیف جسٹس صاحبان اور جج صاحبان کو پلاٹ لینے کا حق نہ دیتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان جوڈیشل ایسٹا کوڈ<sup>62</sup> (جوڈیشل ایسٹا کوڈ) میں بھی ایسا کچھ نہ ہے جو چیف جسٹس صاحبان اور جج صاحبان کو پلاٹوں کا حقدار ٹھہراتا ہو۔ اسی طرح تنخواہ، پنشن اور دوسری مراعات کا مینوئل<sup>63</sup> (مینوئل) جج صاحبان کی تنخواہ، پنشن اور مراعات کے حوالے سے صدارتی آرڈر، رولز اور نوٹیفیکیشن کو مرتب کرتا ہے تاہم مینوئل میں بھی چیف جسٹس صاحبان اور جج صاحبان کے پلاٹوں کے

60- زیر آرٹیکل 212(2)، آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

61- سپریم کورٹ کے جج صاحبان کی تنخواہ کا حکم، 2018، نمبر F.2(2)/2018-Pub جس کے ذریعے چیف جسٹس آف پاکستان کی تنخواہ کو -/931,204 روپے اور

سپریم کورٹ کے دوسرے جج صاحبان کی تنخواہ کو -/879,669 روپے تک بڑھادی گئی۔

62- سپریم کورٹ آف پاکستان کی جانب سے 2019 میں شائع کیا گیا۔

63- سپریم کورٹ کے لائبریرین اور اسٹنٹ لائبریرین نے مرتب کیا اور سپریم کورٹ آف پاکستان نے 2018 میں 22 اپریل 2019 تک کی جانے والی ترامیم شائع کیں۔

حوالے سے استحقاق کے بارے کچھ نہ ہے۔

18- **جج صاحبان کا حلف نامہ:** چیف جسٹس اور جج صاحبان کا حلف کہتا ہے کہ میں ہر حالت میں، ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔ جج صاحبان تنازعات کا فیصلہ کرتے ہیں اور یہ یقینی بناتے ہیں کہ عوام کو ان کے بنیادی حقوق، جو زیادہ تر انتظامیہ کے خلاف نافذ کیے جاتے ہیں، سے محروم نہ کیا جائے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور ان کے زیر اثر اداروں کو اکثر مقدمات میں فریق بنایا جاتا ہے۔ اگر لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ مقدمات کا بلا خوف و رعایت فیصلہ نہیں کیا جا رہا تو ایسے میں یہ کہاوت کہ انصاف صرف کیا نہیں جانا چاہیے، بلکہ ہوتے ہوئے نظر بھی آنا چاہیے، کمزور پڑ جاتی ہے۔ انتظامیہ کا ججوں کو پلاٹ دینا نوازش کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ عوام کی نظر میں احترام اور ساکھ یقینی بنانے کے لیے عدلیہ کی آزادی ضروری اور لازمی امر ہے۔

19- **جج صاحبان کی مالی خود مختاری:** آئین اعلیٰ عدلیہ کے جج صاحبان کی ملازمت کی شرائط کا تعین کرتا ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔ آئین ضروری حصول کی اجازت دیتا ہے تاہم یہ جج صاحبان کی ملازمت کی شرائط بھی بیان کرتا ہے اور چونکہ طے شدہ شرائط جج صاحبان کو پلاٹ لینے کا حق نہ دیتی ہیں لہذا وہ فاؤنڈیشن یا کسی ضروری طور پر حاصل کی گئی زمین میں پلاٹ لینے کے حقدار نہ ہیں۔ فاضل نعیم بخاری اور فیصل حسین نقوی صاحبان یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جج صاحبان پلاٹ حاصل کرنے کا استحقاق نہ رکھتے ہیں تاہم یہ دلیل سرکاری ملازمین اور وکلاء جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے پر لاگو نہ کی جاسکتی ہے۔

20- **صرف ایک ہی پلاٹ حاصل کیا جاسکتا ہے:** مقدمہ ہذا میں فاؤنڈیشن نے حکومتی ملازمین اور وکلاء کو پلاٹ الاٹ کرنے کے لیے منصوبہ کا آغاز کیا تھا۔ اراضی حصول اراضی قانون کے تحت حاصل کی گئی۔ پلاٹ کے متمنی افراد نے درخواست جمع کروائی۔ قیمت ادا کی اور قطار میں لگ کر اپنی باری پر پلاٹ حاصل کرنے کا انتظار کیا۔ مکان کی تعمیر کے لیے پلاٹ مل جانے پر کسی بھی شخص کی رہائشی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ لہذا نہ تو کسی شخص کو ایک سے زیادہ پلاٹ دیے جاسکتے ہیں اور نہ ہی وہ انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ فاؤنڈیشن، حکومت یا حکومت کے زیر اثر کوئی بھی ادارہ دوسرا یا اضافی پلاٹ عطا نہیں کر سکتے۔ مزید برآں واضح قانونی توثیق کے بغیر کوئی بھی شخص بشمول وزیراعظم کسی دوسرے شخص کو زمین، مکان یا اپارٹمنٹ عطا کرنے کی صوابدید نہ رکھتا ہے۔

21- **جونیر افسران اور کم آمدنی والے ملازمین کے لیے پلاٹ:** جب بھی فاؤنڈیشن، حکومت یا حکومت کے زیر اثر کوئی ادارہ کسی رہائشی منصوبے کا آغاز کرے تو یہ یقینی بنانا مناسب ہوگا کہ جونیر افسران اور کم آمدنی والے ملازمین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سرکاری ملازمت میں ان کی شرح کے مطابق چھوٹے اور سستے پلاٹ دستیاب ہوں کیونکہ آئین ملازمت پاکستان کے حوالے سے بڑے اور چھوٹے افسران اور ملازمین میں کوئی تمیز نہ کرتا ہے۔ آئین پلاٹوں/زمین کے حوالے سے سول اور مسلح افواج کے ملازمین، جونیر اور سینئر افسران میں بھی کوئی تمیز نہیں کرتا اور نہ ہی مسلح افواج کے سینئر اراکین (محمد نواز عباسی، جج کے مطابق) کے لیے کوئی مخصوص زمرہ تشکیل دیتا ہے۔

22۔ مسلح افواج کے اراکین کو پلاٹوں اور اراضی کی منتقلی: بری فوج<sup>64</sup>، فضائیہ<sup>65</sup>، بحریہ<sup>66</sup>، رینجرز<sup>67</sup>، فرنٹیئر کانسٹیبلری<sup>68</sup>، فرنٹیئر کور<sup>69</sup>، نیشنل گارڈ<sup>70</sup>، کوسٹ گارڈ<sup>71</sup> اور ایئر پورٹ سیکورٹی فورس<sup>72</sup> میں تعینات افراد کے حوالے سے مختلف قوانین ہیں۔ ان سے متعلق قوانین یہ نہیں کہتے کہ انہیں رہائشی پلاٹ، کمرشل پلاٹ یا زرعی زمین عطا کی جائے۔ نہ ہی یہ قوانین انہیں پلاٹ اور زرعی زمین وصول کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ تاہم مسلح افواج کے سینئر ارکان پلاٹ اور زرعی زمین حاصل کرتے ہیں اور عہدوں میں ترقی کے ساتھ اضافی پلاٹ اور زرعی زمین حاصل کیے جاتے ہیں۔ جنرل آصف نواز<sup>73</sup> کے بھائی اپنی 655 صفحات پر مبنی کتاب میں پاکستان کی مسلح افواج کے بارے ایک امتیازی، ذاتی اور فاضلانہ تصویر پیش کرتے ہیں<sup>74</sup>۔ جنرل ایوب خان سے پہلے دو برطانوی افسران<sup>75</sup> پاکستان کی بری فوج کے سربراہ رہے۔ جب جنرل گریسی پاکستان کی بری فوج کی کمان کر رہے تھے تو جنرل ایوب خان نے ان سے پلاٹ کی درخواست کی تاہم آرمی کے سربراہ نے ان کی استدعا کو رد کیا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ایک برطانوی افسر نے دھرتی کے فرزند سے پاکستان کی زمین محفوظ رکھی۔ مصنف سستے پلاٹوں اور دوسرے فوائد<sup>76</sup> کی تفویض کا ذکر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ آہستہ آہستہ فوج کی اقدار تبدیل ہوتی گئیں اور ایسے مفاد پر مبنی سودے قابل قبول ٹھہرے<sup>77</sup>۔ شجاع نواز اپنی کتاب کے باب ’متحدہ پاکستان: ایک ملک کو کیسے توڑا جائے‘ میں تحریر کرتے ہیں، ’متعدد پلاٹوں کی روایت عام ہوئی جس سے استحقاق کا نیا رواج (کلچر) پروان چڑھا جو فوجی اور رسول بیوروکریسی میں سرایت کر گیا اور پھر پاکستانی معاشرے کو لپٹ گیا‘<sup>78</sup>۔ اس عدالت نے ایک دوسرے تناظر<sup>79</sup> میں ایک بریگیڈیئر، جو اس سے مطمئن نہ تھا جو زمین اسے پہلے سے مل چکی تھی، کی سرزنش کرتے ہوئے کہا، ’وقت آ گیا ہے کہ ہم تاریخ سے سبق حاصل کریں‘<sup>80</sup> اور عدالت کی ناپسندیدگی کے اظہار کے لیے ایک امریکی کلاسک<sup>81</sup> کا حوالہ دیا، ’زمین کم سے کم تر ہاتھوں میں جمع ہوتی گئی، بے دخل کیے گئے افراد کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور بڑے مالکان کی ہر کوشش جبر کی طرف مرکوز تھی۔ دولت ہتھیاروں اور بڑے قطعہ زمین کی حفاظت کے لیے ایندھن پر خرچ کی جاتی تھی

64۔ پاکستان آرمی ایکٹ 1952۔

65۔ پاکستان ایئر فورس ایکٹ 1953۔

66۔ پاکستان نیوی آرڈیننس 1961۔

67۔ پاکستان رینجرز آرڈیننس 1959۔

68۔ نارتھ ویسٹ فرنٹیئر کانسٹیبلری ایکٹ 1915۔

69۔ فرنٹیئر کور آرڈیننس 1959۔

70۔ نیشنل گارڈ ایکٹ 1973۔

71۔ پاکستان کوسٹ گارڈ ایکٹ 1973۔

72۔ ایئر پورٹ سیکورٹی فورس ایکٹ 1975۔

73۔ 1991 تا 1993 تک پاکستان کی بری فوج کے سربراہ رہے۔

74۔ شجاع نواز، (Crossed Swords - Pakistan, its Army, and the Wars Within) ’متصادم تلواریں‘، پاکستان اسکی بری افواج اور

اندرونی جنگیں‘ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، پاکستان (2008)۔

75۔ جنرل سرفریڈک والٹر میسروی اور جنرل سر ڈگلس گریسی۔

76۔ 1971 کی جنگ کے حوالے سے حمود الرحمن کمیشن کی انکوائری رپورٹ، (لاہور، کراچی، اسلام آباد: وین گارڈ) صفحہ 291۔

77۔ شجاع نواز، کراسڈ سوردز۔ پاکستان، اس آرمی، اینڈ وارز وڈائن، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، پاکستان (2008)، صفحہ 253۔

78۔ ایضاً، صفحہ 253۔

79۔ بریگیڈیئر محمد بشیر نام عبدالکریم (PLD 2004 Supreme Court 271) جو کہ کالونائزیشن آف گورنمنٹ لینڈز (پنجاب) ایکٹ 1921 سے متعلق تھا۔

80۔ ایضاً، از جاوید اقبال، جج، صفحہ 284۔

81۔ جان سٹین بیک، (Grapes of Wrath, 1939) ’غضب کے انگور‘۔ سٹین بیک کو ادب کا نوبل انعام بھی ملا۔

اور بغاوت کی سرگوشیوں کے تعاقب میں جاسوس بھیجے جاتے تھے تاکہ اس کا خاتمہ کیا جاسکے۔

23- ملازمت پاکستان: آئین<sup>82</sup> ملازمت پاکستان کی تعریف حسب ذیل کرتا ہے:

”ملازمت پاکستان“ سے وفاق یا کسی صوبے کے امور سے متعلق کوئی ملازمت، آسامی، عہدہ مراد ہے، اور اس میں کوئی گل پاکستان ملازمت، مسلح افواج میں ملازمت اور کوئی دوسری ملازمت شامل ہے جسے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) یا کسی صوبائی اسمبلی کے کسی قانون کے ذریعے یا اس کے تحت ملازمت پاکستان قرار دیا گیا ہو۔۔۔ (تاکید لفظی کا اضافہ کیا گیا)۔

سول ملازمت اور مسلح افواج دونوں کے ملازمین ملازمت پاکستان میں شامل ہیں، آئین ان میں کوئی تفریق نہ کرتا ہے۔ سول ملازمین کا حکومت کے مختلف محکموں میں تقرر کیا جاتا ہے جہاں وہ اپنے مخصوص سپرد کردہ اختیار کے مطابق کام کرتے ہیں جبکہ مسلح افواج کے ملازمین بیرونی جارحیت کے خلاف وطن کا دفاع کرتے ہیں اور سول حکام کی امداد میں، جب انہیں ایسا کرنے کے لیے طلب کیا جائے، کام کر سکتے ہیں<sup>83</sup>۔ پاکستان کے عوام دونوں قسم کی خدمات کے عوض معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ ملازمت پاکستان میں تعینات لوگ وہی کچھ وصول کر سکتے ہیں جو قانون مہیا کرتا ہے۔ ملازمت پاکستان کے تمام اراکین کی شرائط ملازمت کا تعین ان سے متعلقہ قوانین میں کیا گیا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 240 قرار دیتا ہے کہ ’دستور کے تابع، پاکستان کی ملازمت میں افراد کا تقرر اور ان کی شرائط ملازمت کا تعین، وفاق پارلیمنٹ کے قانون کے ذریعے کرے گا اور جو صوبے کی ملازمت میں ہوں گے ان کے لیے ایسا صوبے کی صوبائی اسمبلی کے قانون کے ذریعے کیا جائے گا۔

24- مساوی سلوک: سول اور مسلح افواج کے ملازمین سے متعلقہ قوانین انہیں رہائشی پلاٹ، تجارتی پلاٹ یا زرعی زمین لینے کا حق نہ دیتے ہیں۔ اگر ملازمت پاکستان کی صرف ایک کیٹگری یعنی مسلح افواج کے ارکان کو رہائشی پلاٹ، کاروباری پلاٹ یا زرعی زمین دی جاتی ہے اور سول ملازمین کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو یہ امتیازی سلوک کے مترادف ہوگا اور برابری کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کرے گا<sup>84</sup>۔ تاہم فاؤنڈیشن، کوئی حکومت یا کسی حکومت کے زیر اثر کوئی ادارہ مسلح افواج کے ارکان کے لیے رہائشی سکیم کا آغاز کر سکتے ہیں اور جب ایسا ہو تو وہ رہائش کے لئے ایک پلاٹ کی درخواست دے سکتے ہیں۔ لیکن انہیں اس قسم کے دوسرے منصوبوں کے کسی بھی درخواست گزار کی طرح مطلوبہ رقم (جس میں ریاست کی جانب سے امداد نہ ہو) ادا کرنا ہوگی، قطار میں کھڑا ہونا ہوگا اور مروجہ طریقہ کار کے تحت الاٹمنٹ کے لیے اپنی باری کا انتظار کرنا ہوگا۔ اور، پلاٹ جو الاٹ یا عطا کیا جائے وسیع نہ ہو کیونکہ دستیاب زمین محدود ہے اور مستفید ہونے والوں کی فہرست طویل ہوتی ہے اور طویل تر ہوتی جاتی ہے۔ مسلح افواج کے ارکان کو ریاستی/سرکاری پلاٹ اور زمین تقسیم کرنے کا موجودہ

82- آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل (1) 260۔

83- آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 245۔

84- آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 25۔

طریقہ کار آئین اور قانون کے منافی ہے۔ ایسی الاٹمنٹ/بائٹ کو قانونی شکل دینے کے لیے قوانین بنائے بھی نہ جاسکتے ہیں کیونکہ اگر (ایسے قوانین) بنائے گئے تو وہ آئین (آئیکل 24, 25, 205 اور 227) کی خلاف ورزی اور کالعدم ہوں گے<sup>85</sup>۔ آئین خود آسودگی اور ذاتی مال و دولت میں اضافے کی اجازت نہ دیتا ہے۔ حضرت عمر کے عہد میں ایک موقع پر کسی زمین کے حوالے سے ایسی صورتحال پیدا ہوئی اور مجاہدین نے مذکورہ اراضی کو ان کے درمیان تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تاہم خلیفہ نے اس خیال سے کہ اسلام سرکاری جائیداد میں عوامی مفاد کی ترجیح میں ذاتی فائدے کی سختی سے ممانعت کرتا ہے وہ زمین مجاہدین کو دینے سے انکار کیا<sup>86</sup>۔

25۔ پنشن: ملازمت پاکستان کے افراد 60، ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور جج صاحبان 62 اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور جج صاحبان 65 برس کی عمر میں جب ریٹائر ہوتے ہیں تو زیادہ تر، اگر تمام نہیں بھی، پہلے ہی ایک گھر کے مالک ہوتے ہیں۔ اگر ان کے پاس (گھر) نہ بھی ہو تو بھی وہ ایک مناسب ماہانہ پنشن وصول کریں گے جس کے استعمال سے وہ مکان کرایہ پر حاصل کر سکتے ہیں۔ حالیہ مالیاتی سال 2020-2021 میں پنشن کی مد میں -/470,000,000,000 روپے<sup>87</sup> (چار سو ستر ارب روپے) کی رقم خرچ کی جائے گی جس میں سے -/111,000,000,000 روپے (ایک سو گیارہ ارب روپے) ریٹائرڈ سول ملازمین اور -/359,000,000,000 روپے (تین سو انسٹھ ارب روپے) مسلح افواج کے ریٹائرڈ ملازمین پر خرچ ہوں گے۔ پنشن کی مد میں ادائیگی کی سالانہ لاگت تقریباً سول حکومت کا نظام چلانے کے خرچ، جو کہ -/476,589,000,000 روپے<sup>88</sup> (چار سو چھتر ارب، اٹھاون کروڑ، نوے لاکھ روپے) ہے، کے برابر ہے۔ پاکستان کے عوام اپنے لیے انتہائی کم وسائل کے باوجود یہ پنشن ادا کرتے ہیں۔ قوم کی خدمت ایک جداگانہ اعزاز ہے۔ جب پنشن کی وصولی کے ساتھ سرکاری زمین حاصل کی جاتی ہے تو یہ نمایاں طور پر غیر منصفانہ ہے۔

26۔ وظیفوں کا نظام: ایسا نظام جس میں سرکاری عہدوں پر فائز افراد کو فائدے فراہم کیے جائیں 'وظیفائی نظام'<sup>89</sup> کہلایا جاتا ہے۔ ایک وظیفائی نظام میں طاقور ایک سخت اور از خود نافذ العمل طریقے<sup>90</sup> سے کمزور کا استعمال اور استحصال کرتے ہیں<sup>91</sup>۔ فلسفی تھامس ہابز نے ان آرزوں کو طاقت کے لیے طاقت کی ایسی ابدی اور بے چین خواہش سے تعبیر کیا

85۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 8۔

86۔ گلشن حسین بنام کشن (ریونیو)، اسلام آباد (2000 YLR 1711, 1727) اور فیڈرل گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن بنام محمد اکرم علیزئی (PLD

2002 Supreme Court 1079, 1095)۔

87۔ حکومت پاکستان، وفاقی بجٹ 2020-21، (فنانس ڈویژن، 12 جون 2020)۔

88۔ [http://www.finance.gov.pk/budget/Annual\\_budget\\_Statement\\_Urdu\\_202021.pdf](http://www.finance.gov.pk/budget/Annual_budget_Statement_Urdu_202021.pdf)۔

89۔ ڈاکٹر چرچ جوزف (ایمرٹس پروفیسر، نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی) نے اصطلاح کو اپنی کتاب (Democracy and Prebendalism in Nigeria) 'ناکجیر یا میں جمہوریت اور اعزازی کلیسائی منصبیت' (فرسٹ ایڈیشن، کیمرج یونیورسٹی پریس، 1987) میں متعارف کرایا۔

90۔ (یونیورسٹی آف آکسفورڈ) کے پروفیسر والے ایڈ بانوی اور (یونیورسٹی آف کینسس کے) پروفیسر ایبٹیز راو باڈارے، (Democracy and Prebendalism in Nigeria - Critical Interpretations) 'ناکجیر یا میں جمہوریت اور اعزازی کلیسائی منصبیت' - تنقیدی تشریح' (فرسٹ

ایڈیشن، پبل گریو میکلن، 2013) صفحہ x۔

91۔ ایضاً، صفحہ viii۔

جس کا اختتام صرف موت پر ہوتا ہے<sup>92</sup>۔ وظیفوں اور مراعات کا نظام صرف طاقتور اشرافیہ کو منفعت بخشتا ہے۔ وظیفوں اور مراعات کے نظام کو نسبتاً ایک محدود سول ملٹری اشرافیہ نے تقویت بخشی<sup>93</sup>۔ ڈاکٹر چرڈ جوزف نے اپنی بنیادی تصنیف<sup>94</sup> میں مشاہدہ کیا کہ وہ جو اپنے عہدوں کو اپنے آپ کو فائدہ اور نفع پہنچانے کے لیے استعمال کرتے ہیں ایک بدنام جاگیرداری طریقہ کار کی پیروی کرتے ہیں، ان کی تحقیق بتلاتی ہے کہ مراعات کے نظام نے سرکاری کرپشن کی اصل وسعت کا اندازہ لگانا مشکل بنا دیا ہے۔

27۔ **مقروضیت:** پاکستان بری طرح مقروض ہے۔ عوام جمع شدہ قرضہ کا سود اتارنے کے لیے ایک بہت بڑی رقم ادا کرتے ہیں۔ موجودہ مالیاتی سال<sup>95</sup> میں قرض پر سود کی ادائیگی میں -/2,946,135,000,000 روپے (دو کھرب، نو سو چھیالیس ارب، تیرہ کروڑ، پچاس لاکھ روپے) خرچ کیے جائیں گے<sup>96</sup>۔ اس بڑی رقم میں ایک اکلوتے ڈالر، سٹرلنگ، ین، یورو یا روپے کی واپسی شامل نہ ہے۔ حکومت ادھار لیتی جا رہی ہے اور قرضہ اور سود کی ادائیگی میں اربوں کا اضافہ کرتی جا رہی ہے۔ سود کی ادائیگی وفاقی اخراجات کا تناسب کے لحاظ سے اکلوتا سب سے بڑا حصہ ہے۔ بچے، ان کے پیدا ہونے والے بچے اور ان کے بچے غربت میں آنکھ کھولیں گے اور مرتے دم تک مفلس رہیں گے۔ ابتری کے اس دور میں لوگوں کا واحد اثاثہ زمین ہے جس کی بندر بانٹ سمجھ سے بالاتر ہے۔

28۔ **زمین عطا کیے جانے کے حوالے سے نظائر:** پاکستان کی عدلیہ اور مسلح افواج کو برطانوی سانچے میں ڈھالا گیا ہے۔ برطانیہ، امریکہ یا دولت مشترکہ کے کسی ملک، ماسوائے پاکستان، میں ججوں اور مسلح افواج کے ارکان کو زمین عطا نہ کی جاتی ہے۔ برصغیر پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضے اور اقتدار کے وقت، اور بعد ازاں جب یہ برطانوی تخت کی براہ راست عملداری میں آیا برطانوی افسروں، فوجیوں اور ججوں کو چاہے وہ برصغیر میں تعینات ہوں یا اپنے ملک میں خدمات سرانجام دے رہے ہوں، اراضی عطا نہ کی جاتی تھی۔ ان کے پاس علاقہ اور جائیداد پر قبضے کا حق بھی نہ تھا۔ بعض اوقات مفتوحہ کی گئی جائیداد کا ایک حصہ انعام کے طور پر افسروں اور سپاہیوں میں بانٹا جاتا تھا تاہم یہ واضح کر دیا جاتا تھا کہ ایسا کسی استحقاق کی وجہ سے نہ تھا۔ دکن کے انعامی رقم والے الیگزینڈر بنام ڈیوک آف ولنگٹن<sup>97</sup> کے مقدمہ میں کہا گیا<sup>98</sup>:

”تمام انعام صاف اور واضح طور پر شاہی تاج کی ملکیت ہے۔ یہ اصول ناقابل تردید ہے۔۔۔ یہ بھی اتنا

92۔ تھامس ہاؤس، لیوائے تھان (پہلی اشاعت 1651، پینگوین 1985)۔

93۔ ٹی لیوس، (From Prebendalism to Predation: the Political Economy of Decline in Nigeria, 1996) ’اعزازی کلیسائی معیشتی مفادات سے لوٹ مار تک‘ - سیاسی معیشت کا ناٹجیر یا میں زوال۔

94۔ ڈاکٹر چرڈ جوزف، (Democracy and Prebendalism in Nigeria) ’ناٹجیر یا میں جمہوریت اور اعزازی کلیسائی معیشت‘ (فرسٹ

ایڈیشن، کیمرج یونیورسٹی پریس، 1987)۔

95۔ 2020-21۔

96۔ حکومت پاکستان، وفاقی بجٹ 2020-21، (فنانس ڈویژن، 12 جون 2020)۔

97۔ 2 Russell and Mylne's Reports 2، جس کو ایچ۔ پریڈرگاسٹ میں درج کیا، (Law Relating to Officers in the Army)

’افواج کے افسران کے قوانین‘ (سیکنڈ ایڈیشن، پارکر، فرنیوال، اینڈ پارکر، ملٹری لائبریری، لندن، 1855) صفحہ 106 میں نقل کیا گیا۔

98۔ لارڈ چائلٹر بروہم۔

ہی ناقابل تردید ہے کہ شاہی تاج اس جائیداد کا مکمل اور بغیر کسی رکاوٹ کے مالک ہے، یہ مکمل طور پر اسے اپنی منشاء کے مطابق استعمال کر سکتا ہے، چاہے اسے اپنے استعمال کے لیے رکھے، چھوڑ دے یا دشمن کو واپس کر دے یا بالآخر اسے کلی یا جزوی طور پر ان لوگوں میں کسی بھی طریقہ کار کے تحت اور کسی بھی شرائط و ضوابط کے تابع جنہیں وہ مناسب سمجھے، بانٹ دے جنہوں نے اس کے حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ بھی اتنا ہی واضح ہے کہ تمام مقدمات میں انعام کا دعویٰ کرنے والے فریق کی ملکیت شاہی تاج کا فعل ہونا چاہیے جس کے ذریعے رعایا کو انعام عطا کرنے کی شاہی منشاء کا اظہار ہو۔“

’لہذا قبضہ کرنے والی افواج کا مفتوحہ مال پر کوئی قانونی حق نہ ہے‘<sup>99</sup>۔ جب مفتوحہ جائیداد کا کچھ حصہ افسروں اور جوانوں میں بانٹا جاتا تو اسے کسی قانون کی پیروی میں کیا جاتا۔ پاکستان کی مسلح افواج کے افسران میں بانٹی جانے والی زمین تسخیر شدہ نہ ہے اور نہ ہی مقننہ نے اس کی تقسیم کی اجازت دی ہے۔ عدلیہ اور مسلح افواج میں کام کرنے والے اپنی خدمات کے عوض تنخواہ وصول کرتے ہیں اور ریٹائرمنٹ پر پنشن حاصل کرتے ہیں۔ وہ ریاست سے زمین حاصل کرنے کی امید میں خدمات سرانجام نہیں دیتے۔

29۔ اشرافیہ کا تصرف اور غرباء کی مفلسی: اشرافیہ کا تصرف ایک ”سفاک ریاست“ تشکیل دیتا ہے جس میں ذاتی اور عوامی مفاد کا فرق مکمل طور پر مسمار کر دیا جاتا ہے<sup>100</sup>۔ اشرافیہ کی سرپرستی ہمیشہ آمرانہ حکومت کے ساتھ وابستہ نہ ہے، بعض اوقات یہ جمہوریت کی طرف باقاعدہ منتقلی کے بعد بھی جاری رہ سکتی ہے<sup>101</sup>۔ لیکن مقامی حکومت کے خاتمہ کے بعد فوائد کی تقسیم تیزی کے ساتھ خارجی اور مرکزی طریقے اپناتے ہوئے طاقتور طبقوں مثلاً اعلیٰ فوجی افسران کو فائدہ پہنچاتی ہے<sup>102</sup>۔ ممتاز محققین<sup>103</sup> کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ جمہوریت وسائل کے کنٹرول کا ایک ادارہ جاتی سطح پر قائم شدہ طریقہ کار ہے اور اس لیے اشرافیہ کا قبضہ روکنے میں موثر ہے۔ پاکستانی شہروں کا متوازی پھیلاؤ<sup>104</sup> اراضی کے مسلح افواج کے ارکان میں بانٹ کی وجہ سے ہوا<sup>105</sup> اور یہ علاقے اب اصل شہروں کو نیچا دکھاتے ہیں۔ اگر یہ زمین اپنی بازاری قیمت پر فروخت کی جاتی تو شاید پاکستان اس مقروضیت سے بچ جاتا جس کا وہ آج شکار ہے اور اس کے لوگوں کو تباہ کن، کمر توڑ اور مستقل غربت کا سامنا نہ ہوتا۔ جس انداز میں زمین کی بانٹ کی جاتی ہے وہ غریبوں کو مزید مفلس اور غیر اہم بناتا ہے۔ جب معاشروں میں منظم ادارے موجود ہوں جہاں پر غریب طبقے کو مناسب اختیار دیا جائے تو شمولیت کا یہ طریقہ کار مستحکم

99۔ فٹ نوٹ 97، صفحہ 107۔

100۔ ایرلڈشو (یونیورسٹی آف ساؤتھ ایسٹرن ناروے کے پروفیسر)، Demand-driven Poverty Programmes and Elite Capture in Malawi: Between Prebendalism and Benevolence، غربت کے خاتمے کی کادشیں اور اشرافیہ کا قبضہ ملاوی میں: اعزازی کیلکسائی منشی مفادات اور مہربانی کے درمیان، یورپین جرنل آف ڈویلپمنٹ ریسرچ، ولیم 19، صفحہ 597، 613-594۔

101۔ ایضاً۔

102۔ ایضاً۔

103۔ جان فلپ پلٹیو، یونیورسٹی آف نامر، نیچیم میں اقتصادیات کے پروفیسر اور سینٹر فار ریسرچ آن دی اکنامس آف ڈویلپمنٹ کے ڈائریکٹر، اور فریڈرک گیسپرٹ، یونیورسٹی آف لووین-لانو، نیچیم کی فیکلٹی آف ایگریکلچرل سائنسز میں اقتصادیات کے ایسوسی ایٹ پروفیسر۔

104۔ <http://earth.google.com>, Historical Imagery۔

105۔ جس کا آغاز جنرل محمد ایوب خان کے غیر آئینی دور اقتدار سے ہوا اور جو جنرل ضیاء الحق کی آمریت میں پھلا پھولا اور آج بھی جاری و ساری ہے۔

بنیادوں پر قائم رہتا ہے۔ مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے جب مقامی ادارے موجود نہ ہوں یا ان پر اپنے مخصوص مفاد کے زیر اثر رہنے والی مضبوط اشرافیہ غلبہ حاصل کر لیتی ہے<sup>106</sup>۔ اس بات کا اعادہ ضروری ہے کہ عوام نے زمین کی حج صاحبان اور مسلح افواج کے ارکان میں بانٹ کی اجازت نہ دی ہے۔

30- امراء کو فائدہ پہنچانا اور ٹیکس کی چھوٹ: زیادہ تر پاکستانی اپنی تمام زندگی اپنے سروں پر چھت کے حصول کے لیے جدوجہد میں گزار دیتے ہیں۔ حج صاحبان اور مسلح افواج کے افسران جو بیش قدر شہری مقامات پر زمین حاصل کرتے ہیں عموماً اس پر رہنے کے لیے مکان تعمیر نہیں کرتے ہیں اور جو افسران زرعی زمین وصول کرتے ہیں وہ اسے خود کاشت نہیں کرتے وہ اپنے پلاٹ اور زرعی زمین فروخت کرتے ہیں یا غیر حاضر مالکان اراضی بن جاتے ہیں۔ ’فوجی حکمرانی اور طریقہ کار کے سب سے نمایاں اور موضوع گفتگو پہلوؤں کے حوالے سے یہ منفی تصور اور نسبت، جو سب سے زیادہ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے ملک کے طول و عرض میں قیام کی وجہ سے ہے جو انفرادی افسران کی طرف سے پلاٹوں کی فروخت کی صورت میں بہت بڑا منافع چھوڑ جاتی ہیں، فوج کو آج درپیش مختلف امتحانات میں سے ایک کا مظہر ہے۔ ایک شہری پلاٹ کی فروخت سے سینکڑوں ملین روپے حاصل ہوتے ہیں۔ فوج کو ہر جگہ نگران تصور کیا جاتا ہے<sup>107</sup>۔ ان منافع جات پر ٹیکس عائد نہیں ہوتا اور ابتدائی وصول کنندگان وہ فیسیں اور ڈیوٹیز<sup>108</sup> بھی ادا نہیں کرتے جو غریبوں تک کو ادا کرنی پڑتی ہیں۔ ’فوائد کا یہ زینہ وقت کے ساتھ فوج نے خود ہی طے کیا ہے۔ اس میں افسران کو ان کے تقریباً تمام سینئر عہدوں کے شہروں، جہاں قیمتی زمین مقامی فوجی کمانڈروں نہ کہ سول حکومت کی صوابدید پر مختص کیے جانے کے لیے دستیاب ہو، میں سستے رہائشی پلاٹ تک رسائی کی اجازت دی جاتی ہے۔ بہت سے سینئر افسران اپنے اثاثے فروخت کر کے زریعہ غیر ملکی کرنسی میں تبدیل کر کے رقم بیرون ملک بھیجتے ہیں اور سمندر پار بیش قدر مقامات پر پُر آسائش زندگی گزارتے ہیں اور عام سپاہیوں میں مایوسی کی وجہ بنتے ہیں۔ عام سپاہی سوال کر سکتے ہیں کہ ایک جنرل کی رہائش اور ضرورت ان کی ضرورت سے زیادہ اہم کیسے ہے جبکہ وہ خطرے کی زیادہ زد میں ہوتے ہیں۔

31- مفاد عامہ اور خدمات کے لیے زمین کا دستیاب نہ ہونا: سماج کا ایسا نظام جو منصفانہ اور اسلامی ہو، عوام کی فلاح و بہبود، بنیادی ضروریات کی فراہمی اور عوامی مفاد کا حکم دیتا ہے۔ اسلام اجتماع (امت) کا مذہب ہے، اجتماعیت کا حکم اوپر سے ہے، اللہ تعالیٰ ہر انسانی معاشرے میں موجود ہے<sup>109</sup>، اور تمہاری شہرگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے<sup>110</sup>۔

106- ایف گیسپرٹ اینڈ بے پلیٹو، (Is Cheap Aid Money Good for the Poor?) ’کیا سستا پیسہ غریبوں کیلئے مفید ہے؟‘ سینٹر فار ریسرچ آن دی اکنامکس آف ڈیولپمنٹ، 2012

<www.editorialexpress.com/cgibin/conference/download.cgi?db\_name=CSAE2013&paper\_id=494>

107- شجاع نواز، (Crossed Swords - Pakistan, its Army, and the Wars Within)، ’متصادم تلواریں، پاکستان اُسکی بری افواج اور اندرونی جنگیں‘ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، پاکستان (2008)، صفحہ 567۔

108- ایسا (بیج کی) رقم کے عوض اصل الاٹمنٹ لیٹر سے دستبردار ہونے کے ذریعے سے کیا جاتا ہے، جائیداد کے ایک قابل قدر ٹکڑے کو ترک (منتقل) کیا جاتا ہے اور خریدار کے حق میں جدید الاٹمنٹ لیٹر جاری کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس انتہائی مشکوک طریقہ کار سے ملک کے طاقتور افراد فیضیاب ہوتے ہیں اس لیے نہ تو فیڈرل بورڈ آف ریونیو اور نہ ہی صوبائی اداروں جو سٹیپ ایکٹ 1899 کے تحت سٹیپ ڈیوٹی اور رجسٹریشن ایکٹ 1908 کے تحت رجسٹریشن فیس وصول کرنے کے پابند ہیں، کی جانب سے سوال اٹھائے جاتے ہیں۔

109- القرآن، سورۃ المجادلہ (58)، آیت 7۔

110- القرآن، سورۃ ق (50)، آیت 16۔



ریاست یا معاشرے (امت) کی زمین صرف اجتماعی فائدے کے لیے جیسے ہسپتال، کلینک، قبرستان، پولیس اسٹیشن، سکول، یونیورسٹی، پارک، کھیل کے میدان، کھیل کی سہولیات، ضعیفوں کی عافیت گاہ، بس اور ٹرین کے اڈوں، پانی کے ذخیروں، نالوں، مذبح خانے اور دوسرے عوامی مقاصد جو عوام کے کام آتے ہیں، استعمال کی جاسکتی ہے۔ زمین تمام مخلوقات<sup>111</sup> (اللعنمی) کے لیے ہے اس لیے پرندوں اور جانوروں کے لیے ہسپتال قائم کرنا اور زخمی اور معذور جانوروں کے تحفظ اور امن کے ساتھ رہنے کے لیے جگہ فراہم کرنا<sup>112</sup> بھی مستحسن ہے۔ عوامی ضروریات اور خدمات کے لیے زمین دستیاب نہ ہے، ناداروں اور غریبوں کو دھتکارا جاتا ہے تاہم مفت یا سرکاری پیسے کے استعمال کی وجہ سے یا انتہائی سستے داموں پر ملکی/عوامی زمین اشرافیہ میں تقسیم کی جاتی ہے۔ عوام کا ایسے طرز حکمرانی سے ایمان اٹھ جاتا ہے، مایوسی پھیلتی ہے اور معاشرہ محض طاقت کے بل پر مجتمع رکھا جاتا ہے۔

32- اسلامی احکامات: آئین طے کرتا ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔۔۔ اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔ امت کی اراضی کو حج صاحبان اور مسلح افواج کے ارکان کو عطا کرنے کی روایت اسلامی احکامات کے منافی ہے<sup>113</sup>۔ اسلام امت (معاشرے/ریاست) کی جائیدادوں اور اثاثوں کی سختی سے حفاظت کرتا ہے۔ شہریوں کی اکثریت غریب ہے اور وہ بمشکل اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ زیادہ تر اپنی زندگیاں ایک کٹیا کی تعمیر کے لیے چند مرلے<sup>114</sup> زمین خریدنے کی استطاعت کے بغیر ہی بسر کر دیتے ہیں۔ بہت سے اپنے اور اپنے بچوں کے سروں پر چھت مہیا کرنے کے لیے سرکاری زمین پر تجاوز کرتے ہیں اور ہمیشہ بید خلی اور اپنی جھونپڑیوں کو مسمار کرنے کے امکان اور خطرے، ایک ایسے خطرہ جو اکثر پورا بھی ہو جاتا ہے، کی زد میں رہتے ہیں۔ اسلامی ریاست کی بنیاد اتحاد اور بھائی چارے<sup>115</sup> کے اصولوں پر رکھی جاتی ہے اور جب انتہائی غربت اور ضرورت کے مارے لوگوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اسلام توازن کا مذہب ہے۔ اس نے ایک ترازو (المیزان) رکھا<sup>116</sup>۔ ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ 'تول کم مت کرو'<sup>117</sup>۔ جب اراضیات اشرافیہ کو بخشش کی جائیں تو توازن بگڑ جاتا ہے۔ قرآن مجید حکم دیتا ہے کہ نادار، مفلس اور ضرورت مند خیرات کے حقدار ہیں جن کی ریاست (امت) مدد کر سکتی ہے۔ قادر مطلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، 'صدقات صرف فقیروں، مسکینوں'<sup>118</sup> وغیرہ کے لیے ہیں۔ وہ شخص جو غریب (فقیر) یا ضرورت مند (مسکین) نہ ہو اسے امت کی زمین دینے کی اجازت نہ ہے۔ امت کی زمین کا مراعات یافتہ اشرافیہ جو اچھی تنخواہوں، مستحکم ملازمتوں اور پنشنوں سے مستفید ہو رہے ہوتے ہیں کو عطا کرنا قرآن کی

111- القرآن، سورۃ الرحمن (55)، آیت 10۔

112- القرآن، سورۃ الانعام (6)، آیت 38، سورۃ النور (24)، آیت 41 اور سورۃ الرحمن (55)، آیت 10۔

113- آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 227۔

114- 25 مرلے گز۔

115- بے شک مومنین (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں، القرآن، سورۃ المجادلہ (58)، آیت 10۔

116- القرآن، سورۃ الرحمن (55)، آیت 7۔

117- ایضاً، آیت 8۔

118- القرآن، سورۃ التوبہ (9)، آیت 60۔

طرف سے ملامت کا باعث ہو سکتا ہے۔ کثرت (مال) تمہیں غافل رکھتی ہے حتیٰ کہ تم قبروں کو آ جاتے ہو<sup>119</sup>۔ حضرت محمد ﷺ نے دولت کی اس نہ ختم ہونے والی ہوس کی نقشہ کشی بھی کی ہے، اگر ابن آدم کے پاس سونے سے بھری ایک وادی ہو تو وہ دوسری وادی کی تمنا کرے گا مگر آخر میں اس کے منہ میں صرف مٹی ہی ہوگی<sup>120</sup>۔

33۔ غیر آئینی پوشیدگی اور رازداری: ریاست / امت کی زمین کے بارے معلومات کو پوشیدہ رکھنا عوام کے لیے ہتک آمیز ہے۔ عوام کے پاس مکمل اختیار ہے کہ وہ جان سکیں کہ ملازمت پاکستان کے ارکان اور آئینی عہدیداروں کو کیا دیا جاتا ہے۔ عوامی اعتماد کو کھونے کا اس سے تیز کوئی دوسرا طریقہ نہ ہے کہ معلومات کو رازداری میں مبہم کر دیا جائے۔ ایسی معلومات کو عوام سے مخفی رکھنا غیر آئینی ہے۔ معلومات تک رسائی ایک بنیادی حق ہے<sup>121</sup>۔ قادر مطلق اللہ فرماتا ہے کہ رازداری میں اچھائی نہیں ہوگی<sup>122</sup> ماسوائے اس کے کہ جب ایسا خیرات بانٹنے، مہربانی کرنے اور صلح کروانے کے حوالے سے کیا جائے۔ عوامی معاملات کو صیغہ راز میں رکھنے کی سرزنش کی گئی ہے<sup>123</sup>۔ قرآن حکیم مومنوں کو سختی سے سچ قائم کرنے<sup>124</sup> (لحق الحق) اور سچ کو نہ چھپانے<sup>125</sup> کی تلقین کرتا ہے۔ سچ تمہیں رہائی دلائے گا<sup>126</sup>۔ 1971ء کی جنگ کے حوالے سے انکوائری کرنے والے حمود الرحمن کمیشن، جس کی سربراہی چیف جسٹس آف پاکستان نے کی، کی رپورٹ میں کہا گیا کہ ذمہ دار سروس افسران نے کمیشن کے روبرو اس بات پر زور دیا کہ زمینوں اور گھروں سے شروع ہونے والی بددیانتی کی وجہ سے لڑنے کی قوت ارادی اور پیشہ وارانہ قابلیت ختم ہو گئی ہے۔ ایسے خوفناک نتائج<sup>127</sup> اور کہاوٹ تاریخ سے سبق حاصل نہ کرنے والے اسے دہراتے ہیں، سے ہر صورت اجتناب کرنا چاہیے۔

34۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا اعلان: آئین تقاضا کرتا ہے کہ ہم ہر صورت بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے اس اعلان سے وفادار رہیں کہ پاکستان عدلیہ عمرانی کے اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جمہوری مملکت ہوگی<sup>128</sup>۔ قائد نے پاکستانی حکومت کے سول، بحریہ، بری فوج اور فضائیہ کے افسران سے خطاب<sup>129</sup> کیا اور فرمایا:

”پاکستان کا قیام جس کے لیے ہم گزشتہ دس برس سے جدوجہد کرتے رہے ہیں آج اللہ کے فضل و کرم سے

119۔ القرآن، سورۃ النکاح، آیات 1 اور 2۔

120۔ انس بن مالک کی سند سے حوالہ کی گئی، صحیح بخاری، 6439، صحیح مسلم میں بھی ذکر ہے۔

121۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 19A۔

122۔ القرآن، سورۃ النساء (4)، آیت 114۔

123۔ القرآن، سورۃ التوبہ (9)، آیت 78، سورۃ الاسراء (17)، آیت 47، سورۃ طہ (20)، آیت 62، سورۃ الانبیاء (21)، آیت 3، سورۃ الزخرف (43)، آیت 80 اور سورۃ المجادلہ (58)، آیت 10۔

124۔ القرآن، سورۃ الانفال (8)، آیت 8۔

125۔ القرآن، سورۃ البقرہ (2)، آیت 42۔

126۔ حضرت عیسیٰؑ کی جانب منسوب شدہ، جان 8:32۔

127۔ (جنرل محمد ایوب خان) کی معاشی پالیسیوں کا زیادہ تر نتیجہ چند مراعات یافتہ طبقوں اور عام آدمی کے درمیان دولت کی غیر مساوی تقسیم کی صورت میں نکلا۔ معیشت کی بڑھوتری کے ساتھ علاقوں، افراد اور امیر اور غریب طبقے کے مابین آمدنی کی تفاوت میں اضافہ ہوا۔ مشرقی پاکستان کی اکثریتی آبادی اور مغربی پاکستان کے درمیان فاصلہ نمایاں طور پر واضح تھا، کہا جاتا ہے کہ اس عدم مساوات نے ملک کے دولت ہونے میں کردار ادا کیا۔ (Pakistan's First Military Coup: Why Did the First Pakistani Coup Occur and Why Does it Matter?) کیوں پاکستان میں پہلی فوجی بغاوت ہوئی اور اسے جاننا کیوں ضروری ہے؟ نعمان چوہدری، کیپٹن پاکستان نیوی، 2004-05، ماسٹر آف آرٹس فارسیکوریٹ سٹڈیز کی ڈگری کے لیے پیش کیا گیا مقالہ، ایس جے برکی، ایوب برفال، اے سوشیو کنٹامک ایکسپلینیشن، ایشین سروے، والیم 12، نمبر 3، مارچ 1972۔

128۔ دوسرے ممالک کے آئین میں درج تمہید کے برعکس آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تمہید محض ایک ابتدائی یا تزئینی متن نہ ہے بلکہ دستور کا مستقل حصہ اور بحسبہ موثر ہے (آئین کا آرٹیکل 2A)۔

129۔ بمقام خلیفہ ینہ ہال، کراچی، مورخہ 11 اکتوبر 1947۔

ایک مُسلمہ حقیقت ہے تاہم ہماری خود کی ریاست کا پیمانہ بذاتِ خود منزل نہیں بلکہ نشانِ منزل تھا۔ تصویر یہ تھا کہ ہماری ایک ایسی ریاست ہو جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں اور سانس لے سکیں، جو ہماری اپنی روشنی کی راہ اور ثقافت کے مطابق پروان چڑھے اور جہاں اسلامی سماجی انصاف کے اصول آزادانہ حرکت میں ہوں۔<sup>130</sup>

قائد<sup>131</sup> پاکستان کو ایک خوشحال اور ترقی یافتہ ملک دیکھنا چاہتے تھے جہاں اپنے لوگوں اور سب سے بڑھ کر غریب عوام کی فلاح کو یقینی بنایا جائے:

اب اگر ہم پاکستان کی اس عظیم ریاست کو ترقی یافتہ اور خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں مکمل طور پر لوگوں بالخصوص عوام اور غریبوں کی فلاح و بہبود پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔<sup>132</sup>

محمد علی جناح اور ان کے رفقاء کی جانب سے ایک آزاد قومی ریاست کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمان آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر عمل کر سکیں اور تفریق اور معاشی استحصال کا خاتمہ ہو سکے۔ ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ پاکستان ’ظلم و استبداد کے خلاف قوم کی انتھک جدوجہد کے ذریعے حاصل کیا گیا تھا‘<sup>133</sup>۔ دولت، جسے محنت سے کمایا نہ گیا ہو، کی بانٹ پاکستان (کے قیام) کے اعلیٰ مقاصد کو ختم کر دیتی ہے۔

35۔ انسانیت کی بے لوث خدمت: تحریک آزادی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے رہنماؤں، جنہوں نے ہمارے لیے پاکستان حاصل کیا، میں بہت سے ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنے خود کے گھر کھود دیے مگر محض ایک مربع انچ زمین نہ لی۔ پاکستان کے ان گراں قدر آزادی کے مجاہدوں کو نہ تو معاوضہ دیا گیا اور نہ ہی پنشن۔ انہوں نے پاکستان کی تخلیق کے لیے اپنی جیب سے خرچ کیا۔ ان کے تحریک کا واحد مقصد قوم کی خدمت کی جوش انگیز خواہش تھی۔ جب سرکاری زمین خفیہ طریقے سے نجی ہاتھوں کو منتقل کی جاتی ہے تو مساوات پر مبنی معاشرے کی تخلیق<sup>134</sup> کی آئینی منزل متاثر ہوتی ہے۔

36۔ درج بالا وجوہات کی بناء پر میں فاضل مشیر عالم، جج کے نتائج سے اتفاق کرتا ہوں کہ اراضی کے ضروری حصول کے لیے متعلقہ قانون حصول اراضی قانون تھا، یہ کہ اراضی فاؤنڈیشن نے قانونی طور پر حاصل کی اور یہ کہ الاٹیز میں اس کی تقسیم حصول اراضی قانون یا آئین کی خلاف ورزی نہیں کرتی ہے۔

37۔ چونکہ فیصلہ عوامی اہمیت کے معاملات سے متعلق ہے لہذا وسیع نشر و اشاعت کے لیے اس کا اردو<sup>135</sup> میں ترجمہ کیا جائے۔ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی آرڈیننس 2002ء<sup>136</sup> کا اجراء معلومات کے آزادانہ

130۔ زیڈ ایچ زیدی، ایڈیٹر انچیف، (Jinnah Papers) ’جناح پیپرز‘۔ پاکستان ایٹ لاسٹ، والیم iv، قائد اعظم پیپرز پروجیکٹ، کیبنٹ ڈویژن، حکومت پاکستان کی جانب سے 1999 میں شائع شدہ، صفحہ 75۔

131۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے بمقام کراچی مورخہ 11 اگست 1947 کو کیا جانے والا صدراتی خطاب۔

132۔ زیڈ ایچ زیدی، ایڈیٹر انچیف، (Jinnah Papers) ’جناح پیپرز‘۔ پاکستان ایٹ لاسٹ، والیم iv، قائد اعظم پیپرز پروجیکٹ، کیبنٹ ڈویژن، حکومت پاکستان کی جانب سے 1999 میں شائع شدہ۔

133۔ تمہید۔ قرارداد مقاصد۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

134۔ ایضاً۔

135۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل 251۔

136۔ گزٹ آف پاکستان، غیر معمولی، حصہ اول، جو کہ یکم مارچ 2002 کو شائع کیا گیا (PLD 2002 Federal Statutes 63)۔

فیڈرل گورنمنٹ ای میلانز ہاؤسنگ فاؤنڈیشن اسلام آباد وغیرہ بنام ملک غلام مصطفیٰ وغیرہ  
سول اپیل نمبر 1476/2018 تا 1485/2018، وغیرہ

بہاؤ کو بہتر بنا کر احتساب، شفافیت اور اچھے طرز حکمرانی کو یقینی بنانے کے لیے<sup>137</sup> کیا گیا ہے۔ لہذا اس فیصلے کی ایک نقل پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی<sup>138</sup> ('پیمر') کو اس ہدایت کے ساتھ بھجوائی جائے کہ وہ اس کی نقل اپنے لائسنس یافتگان کو بھجوائیں جو اسے نشر کرنا چاہیں اور پیمر ایہ یقینی بنائے کہ ایسی نشریات بلا رکاوٹ ہو۔

ج

اسلام آباد،  
مورخہ 18 اکتوبر 2020ء

نوٹ: یاد رہے کہ عوامی سہولت کے پیش نظر فیصلے کا اردو مفہوم ترجمے کی شکل میں جاری کیا جا رہا ہے۔ تاہم عدالتی یا سرکاری استعمال کے لیے انگریزی فیصلے کی طرف رجوع کیا جائے۔

137۔ پاکستان الیکٹرونک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی آرڈیننس 2002، تہبید (iv)۔  
138۔ قائم شدہ زیر سیکشن 3، پاکستان الیکٹرونک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی آرڈیننس 2002۔